"اجماع" بحیثیتِ ماخذِ فقہِ اسلامی

شفقت حسین خادم - ایم اے - شعبۂ علومِ اسلامی یونیورسٹی آف کراچی

(۴)

منکرِ اجماع کا حکم منکرِ اجماع کے سلسلے میں دو باتوں پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک یہ کہ اجماعِ ظنی کا منکر کافر نہیں۔ (آمدی جلد ۱ ص ۲۸۲) مثلاً اجماعِ سکوتی یا وہ اجماع جو بطریقِ آحاد منقول ہو۔ اجماعِ سکوتی باوجودیکہ احناف کے نزدیک قطعی ہوتا ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں۔ اس لیے کہ دونوں میں مخالفت کا موضوع ایسی دلیل ہوتی ہے جو شبہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (کشف بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)۔ اگر سلف کا اجماع اس طرح منقول ہو کر ہم تک پہنچے کہ اس منقول پر ہر عصر کا اجماع ہوتا رہے تو یہ ایسا ہے جیسے حدیثِ متواتر کا نقل۔ اور اگر یہ نقل افراد کے ذریعے ہو تو ایسا ہے جیسے خبرِ واحد کا نقل۔ (نورالانوار جلد دوم صفحہ ۱۱۱) بحرالعلوم نے لکھا ہے کہ جو اجماع تواتر کے ساتھ منقول ہو اور اس میں پہلے کوئی مستقر اختلاف نہ ہو تو اُسے اجماعِ قطعی کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اجماعِ قطعی جو ضرورتِ دین میں سے کسی مسئلے سے متعلق ہو اور جس کے ادراک میں خواص و عوام سب ہی شریک ہوتے ہیں اس کا منکر کافر ہے۔ (کشف بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۶۲) مثلاً عباداتِ خمسہ یا توحید و رسالت کے اعتقاد کی فرضیت۔ (آمدی جلد ۱ صفحہ ۴) یا نماز میں کعبہ کی طرف رُخ کرنے کی فرضیت (فواتح جلد ۲ ص ۱۴۳) یا نمازوں میں رکعات کی تعداد یا حج اور روزے کا زمانہ یا زنا، شربِ خمر اور ربوا وغیرہ کی حرمت (کشف بزدوی جلد ۲ ص ۲۶۲)

علامہ تفتازانی نے اس کی تصریح کی ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں کسی کا اختلاف نہیں - جو کچھ اختلاف ہے وہ ان کے سوا دوسری صورتوں میں ہے - (تلویح جلد ۲ صفحہ ۴۰) صحابہ کا اجماع یا اجماعِ قطعی جو ضروریاتِ دین میں سے کسی مسئلے سے متعلق نہیں اور جس کا ادراک صرف خواص کا کام ہے اُس میں اختلاف ہے - بعض کے نزدیک اس کا منکر کافر ہے - اور بعض کے نزدیک کافر نہیں - (آمدی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، بزودی جلد ۳ صفحہ ۲۶۱ - ۲۶۲) مثلاً اجارہ کی حرمت (آمدی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴) یا کسی عورت کو اس کی پھوپھی، خالہ کے ساتھ جمع کرنے کی حرمت یا قاتل کا وارث نہ ہونا - (کشف بزودی جلد ۳ صفحہ ۲۶۲) -

اِجماع کی اقسام فقہاء کرام نے اِجماع کی مختلف زاویہ ہائے نظر سے متعدد اقسام قرار دی ہیں - یہاں ہم چیدہ چیدہ اقسام پر روشنی ڈالیں گے -

۱ --- اجماعِ قولی :- اِجماعِ قولی یہ ہے کہ اِجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام حضرات کسی زمانے میں اپنے قول سے کسی دینی مسئلے پر اپنا اتفاق ظاہر کریں جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہؓ نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور زبان سے اُس کا اقرار کیا -

۲ --- اجماعِ عملی :- اِجماعِ عملی یہ ہے کہ اِجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام حضرات کسی زمانے میں کوئی عمل کریں - جب کوئی عمل تمام اہلِ اِجماع (جائز سمجھ کر) کرنے لگیں تو اُس عمل کو بالاجماع جائز سمجھا جائے گا - اِجماع کی اِس قسم سے اُس فعل کا صرف مباح یا مستحب یا مسنون ہونا ثابت ہو گا - واجب ہونا اس قسم سے ثابت نہیں ہو سکتا - اِلّا یہ کہ وہاں کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہو - ظہر سے قبل کی چار رکعات جو سنّتِ مؤکدہ ہیں اُن کا سنّتِ مؤکدہ ہونا صحابہؓ کے اجماعِ عملی سے ثابت ہوا ہے (تسہیل الوصول صفحہ ۱۶۸)

۳ --- اجماعِ سکوتی :- اگر ایک مجتہد ایک بات کہے اور یہ بات اُس کے ہمعصروں تک پہنچ جائے لیکن وہ نہ اس کا اقرار کریں نہ انکار، بلکہ سکوت اختیار کریں تو اِصطلاحاً اسے اِجماعِ سکوتی کہا جاتا ہے - (ارشاد صفحہ ۶۸) تاہم اگر یہ بات تمام اہلِ عصر تک نہ پہنچے لیکن یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کوئی اس کا مخالف ہے تو اکثر کے نزدیک یہ اجماع ہے اور آمدی کی رائے یہی ہے - (آمدی جلد ۱ ص ۱۳۰) یہی تعریف حصول المامول من علم الاصول صفحہ ۳۸ پر

بھی رقم ہے۔

امام بزدوی، نسفی، اور صدر الشریعۃ اجماع سکوتی کو اجماع رخصت سے تعبیر کرتے ہیں اور اُس کے مقابلے میں اجماع قولی کو "اجماعِ تحریمہ" کہتے ہیں۔ (اصول بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ تنقیح جلد ۲ صفحہ ۴۱) اجماع سکوتی اُس وقت قابلِ اعتماد ہوگا جب کہ اظہار رائے کی عام آزادی ہو۔ پابندی کی صورت میں سکوت کے دوسرے اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔ اس بنا پر صرف رضامندی پر سکوت کا عمل کرنا درست ہوگا یعنی سکوت عادت کی بنا پر ہو تنقید یا خوف کی بنا پر نہ ہو، نیز یہ کہ اُس سکوت پر مدتِ تأمل گزر جائے۔ تمام روایات کے مطابق مدتِ تأمل تیس دن ہے۔ (کشفِ بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۸۸، مُسلم الثبوت جلد ۲ ص ۲۳۲، نور الانوار جلد ۲ ص ۱۵۴) تاہم نور الانوار کے حاشیہ نگار مولانا عبدالحلیم لکھنوی لکھتے ہیں کہ اکثر احناف کے نزدیک مدّتِ تأمل کا کوئی تعین نہیں، بلکہ اتنا وقت گذرنا ضروری ہے جس میں عادتاً یہ معلوم ہوجائے کہ اگر کوئی مخالف ہوتا تو اُس مدت میں اپنا اختلاف ظاہر کر دیتا۔ (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار جلد ۲ صفحہ ۴)

اجماع کی اِن اقسام میں سے پہلی دونوں قسمیں تو سب فقہا کے نزدیک حجت ہیں، البتہ تیسری قسم یعنی "اجماع سکوتی" کے حجت ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ (التقریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۲) مختلف اقوال مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ نہ یہ اجماع ہے اور نہ حُجت۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے (ارشاد الفحول صفحہ ۸۴) داؤد ظاہری، اُن کے بیٹے ابوعبداللہ البصری معتزلی اور احناف میں سے عیسٰی بن ابان اور قاضی ابوبکر باقلانی کا یہی مذہب ہے (کشف بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۲۹) امام غزالی کے نزدیک مختار یہی ہے۔ بشرطیکہ قرائنِ احوال ساکتین کی رضا کو نہ بتائیں۔ (مستصفٰی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)۔

۲۔ یہ اجماع بھی ہے اور حجت بھی۔ اہلِ اصول کی ایک جماعت اور بقول آمدی اکثر احناف امام احمدؒ اور بعض شوافع کا بھی یہی مذہب ہے۔ اکثر احناف کے لیے یہ اجماع قطعی ہے۔ لیکن کرخی کا قول یہ ہے کہ یہ ظنی ہے۔ علامہ آمدی بھی اسے ظنی ہی قرار دیتے ہیں (ملاحظہ ہو مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۲۳۲، آمدی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)۔

۳ — یہ حجت ہے اجماع نہیں۔ (ارشاد صفحہ ۸۴) امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے اور یہ قول معتزلہ کی ایک جماعت اور کرخیؒ سے بھی منقول ہے (کشف بزودی جلد ۳ صفحہ ۲۲۹)۔ غزالی نے اسے تحکم سے تعبیر کیا ہے۔ (مستصفےٰ جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

۴ — یہ اجماع بھی ہے اور حجت بھی بشرط انقراضِ عصر (ارشاد الفحول صفحہ ۸۴) ایک روایت کے مطابق احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی رائے ہے لیکن امام غزالی نے اس قول کو باطل کہا ہے۔ (مستصفےٰ جلد ۱ صفحہ ۱۹۲) "انقراضِ عصر" سے بعض کے نزدیک تمام اہلِ عصر کی موت مراد ہے اور بعض کے نزدیک اکثر کی موت (مستصفےٰ جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)۔

۵ — اگر یہ اجماع صحابہ کے زمانے میں ہوا تو حجت ہے ورنہ نہیں۔ (ارشاد صفحہ ۸۴)

۶ — استقرارِ مذاہب سے قبل یہ حجت ہوگا بعد میں نہیں۔ (ارشاد صفحہ ۸۵) استقرار مذاہب کے بعد جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر ایک کا مذہب کیا ہے تو ایسی صورت میں اگر کوئی شخص ایک بات کہتا ہے اور دوسرے لوگ خاموش رہتے ہیں تو ان کے سکوت کو اجماع پر محمول نہ کریں گے، بلکہ اس پر محمول کریں گے کہ ان کا اختلاف پہلے سے معلوم ہے۔ (کشف بزودی جلد ۳ صفحہ ۲۳۱)۔

اجماع سکوتی میں یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں، جب سکوت عن قول ہو لیکن اگر کسی کا کوئی قول نہ ہو بلکہ اہلِ حل و عقد کسی عمل پر متفق ہو گئے ہوں تو اس میں حسبِ ذیل اقوال ہیں۔

۱ — یہ فعلِ رسولؐ کی طرح ہے، اس لیے کہ اہلِ حل و عقد کے اجماع کے لیے عصمت اسی طرح ثابت ہے جس طرح شارع کے لیے۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی کا یہی مذہب ہے اور غزالی نے اسی کو مختار کہا ہے

۲ — یہ ممکن ہی نہیں — جوینی نے قاضی سے یہی نقل کیا ہے کیونکہ ناقابلِ شمار قوم کا کسی ایک فعل پر متفق ہو جانا متصور نہیں ہو سکتا۔

۳ — یہ ممکن ہے لیکن جب تک وجوب کی کوئی دلیل قائم نہ ہو، یہ اباحت پر محمول ہوگا۔ جوینی اسی کے قائل ہیں۔

۴ — اگر یہ فعل، حکم یا بیانِ حکم کے موقع پر ہے تو اس سے اجماع منعقد نہ ہوگا سمعانی

اسی کے قائل ہیں (ارشاد صفحہ ۸۵) نیز جو لوگ اجماعِ سکوتی عن قول میں انقراضِ عصر کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک فعل میں انقراضِ عصر بدرجۂ اولیٰ شرط ہوگا۔ (مسلم مع الفواتح جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)۔ مزید تفصیل (کشف بزودی جلد ۳ صفحہ ۲۲۹، اصول سرخسی جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، ۳۰۵، محلّی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، فواتح جلد ص ۲۳۲)۔

بہر کیف زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ اجماعِ سکوتی بھی حجت ہوتا ہے، جیسا کہ اس کی تائید ذیل کی عبارت سے ہوتی ہے۔

"اجماع کی دو قسمیں ہیں: اجماع حقیقی اور حکمی، حقیقی یہ ہے کہ مجمع کا اتفاق قولی ہو یا اس ذریعے سے ہو جو قول کے حکم میں ہے جیسے وہ سکوت جو رائے کی تسلیم پر دلالت کرتا ہے اور حکمی وہ ہے جو اس کے خلاف ہو"۔ (از اصول فقہ لمولانا اسمٰعیل شہید)۔ پھر اجماع مذہبی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ اجماعِ مرکب ۲۔ اجماعِ غیر مرکب۔

اجماعِ مرکب اجماع مرکب یہ ہے کہ پیش آمدہ حادثہ کے حکم پر تو آرا کا اتفاق ہو مگر اس حکم کی علت پر اختلاف ہو۔ مثلاً ایک شخص کو قے بھی آئی اور اس نے مَسِ امرأۃ بھی کیا۔ اب احناف و شوافع کا اس حکم پر تو اختلاف نہیں کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا، لیکن وضو ٹوٹنے کی علت پر اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اس کا باعث قے ہے اور شوافع کے نزدیک مسِ امرأۃ ہے۔

اس قسم کے اجماع کا حکم یہ ہے کہ حکم کی ان دو علتوں میں سے اگر ایک فاسد ثابت ہو جائے تو اجماع باقی نہ رہے گا۔ مثلاً اگر دلائلِ شرع سے ثابت ہو جائے کہ قے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو چونکہ مسِ امرأۃ سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے پہلے ہی عدمی تھی لہٰذا اُن کے نزدیک اس شخص کا وضو بالکل نہیں ٹوٹتا اور اجماع باقی نہیں رہا، کیونکہ جس علت پر حکم مبنی تھا وہ فاسد ہو چکی ہے، لہٰذا اجماع بھی ختم ہو گیا۔

اجماعِ غیر مرکب اسے اجماع بسیط بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اجتہادی مسائل میں مجتہدین کا ایک ہی قول ہوتا ہے۔ مثلاً احناف و شوافع بعض مسائل میں یکسر متفق ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔ پس ان مسائل میں نہ تو حکم کا اختلاف ہے نہ علت کا۔ یہ اجماع چونکہ بہت کم صورتوں میں ہے، نیز علم اصول میں ان چیزوں سے بحث کی جاتی ہے جن میں علماء کا

اختلاف ہے، لہٰذا صاحب اُصول الشاشی نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔

اجماع علی القولین | کتبِ اُصول میں اجماع علی القولین، اختلاف علی القولین، اور اجماع علی نفی القولِ الثالث، تینوں تعبیریں ملتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک زمانے کے لوگ کسی مسئلے میں اختلاف کریں۔ لیکن اس مسئلے میں اُن کے صرف دو اقوال ہوں تو آیا کوئی تیسرا قول اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اِس میں اختلاف ہے۔

۱۔ جمہور کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ (آمدی جلد ۱ ص ۱۳۷)

۲۔ بعض شیعہ، بعض حنفیہ اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک جائز ہے۔ (آمدی جلد ۱ ص ۱۳۷)

۳۔ رازیؒ اور آمدیؒ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر تیسرا قول ایسا ہو کہ اس سے پہلے دونوں قول مرتفع ہو جائیں تو تیسرا قول اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں اجماع کی مخالفت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس سے پہلے کے دونوں اقوال مرتفع نہ ہوتے ہوں بلکہ یہ تیسرا قول پہلے ہر قول سے کسی اعتبار سے موافق اور کسی اعتبار سے مخالف ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس میں "فرقِ اجماع" نہیں ہوتا۔ تیسرا قول اختیار کرنے کو اصطلاحاً فرقِ اجماع کہتے ہیں۔ (آمدی جلد ۱ صفحہ ۱۳۷) شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ تفصیل امام شافعیؒ سے مروی ہے۔ اور اُن کے اصحاب میں سے متاخرین نے اسے اختیار کیا ہے۔ نیز اصولیین کی ایک جماعت نے جن میں ابنِ حاجب بھی ہیں، اسی کو ترجیح دی ہے۔ (ارشاد صفحہ ۸۶) علاوہ ازیں اسنوی نے شرح منہاج میں اسی کو حق کہا ہے۔ (اسنوی جلد ۲ ص ۲۴۵)۔

اجماع عدم القائل بالفصل | اس اجماع کا مطلب یہ ہے کہ دو یا زیادہ مسائل کی اصلی علّت و سبب جب ایک ہو تو اُن کا حکم ایک ہی مانا جائے۔ کیونکہ اُن میں جُدا جُدا حکم لگانے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ ایک علّت اور اصل کے مسلّم ہو جانے کے بعد اس کے ضمن میں آنے والے تمام مسائل کا حکم وہی ہے جو ایک دفعہ مانا جا چکا ہے۔ ایسے تمام مسائل سے متعلق کہا جائے گا کہ اُن میں "اجماع" ہو چکا ہے۔ یعنی اُن کی اصلی علّت مسلّم ہے۔ اس اجماع کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

اوّل مجتہدین کے درمیان دو مسائل میں اختلاف ہو لیکن اس اختلاف کا سبب دونوں میں ایک ہی جیسا ہو، یعنی قائلینِ جواز کے نزدیک دونوں جگہ جواز کی ایک ہی علّت ہو اور

قائلینِ عدم جواز کے نزدیک دونوں جگہ دوسری علت ہو۔ اب یہ دونوں حضرات اپنے اپنے اصول کی بنا پر مسائل کی تخریج کریں گے تو کہیں گے کہ ان تمام مسائل پر جواز یا عدم جواز میں اجماع ہے۔ یہ اجماع حجت و دلیلِ شرع بن سکتا ہے۔

عدم القائل بالفصل کی دوسری قسم وہ اجماع ہے جو غیر مقبول ہے اور حجت نہیں بن سکتا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مجتہدین میں دو یا زیادہ مسائل میں اختلاف ہو مگر اختلاف کا منشا ایک نہیں بلکہ زیادہ ہوں۔ اگر سبب و منشا ایک ہوتا تو اس سے بہت سے مسائل کو بطور فرع نکالا جا سکتا تھا۔ اور اب بوجہ اختلافِ منشا ایسا ممکن نہیں۔ اس کے حجت نہ ہونے کا یہی باعث ہے۔

صاحبِ اجماع افراد کا علمی و عملی مقام

صاحبِ اجماع افراد کا علمی اور عملی حیثیت سے معیاری اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے تاکہ قوم اُن کی علمی حیثیت کی بنا پر ان کے فیصلے کو سند کا مقام دینے میں حق بجانب ہو۔ مثلاً:

۱۔ قرآن حکیم میں حکمت و بصیرت کا درجہ یا کم از کم علم کا مقام حاصل ہو۔ صرف ترجمہ و تفسیر بیان کر لینا کافی نہیں۔

۲۔ سنّتِ نبوی کو روایت و درایت کے معیار سے جانچنے کے طریقے سے پوری واقفیت اور اس کے صحیح مقام و محل کے تعین کی معرفت ہو۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے واقفیت اور ان کے اجماع اور فیصلے کا علم ہو۔

۴۔ قیاس کے ذریعے استنباط کے اُصول و قواعد معلوم ہوں۔

۵۔ قوم کے مزاج، حالات و تقاضوں، رسم و رواج اور عادات و فضائل سے بھی واقفیت ہونا ضروری ہے۔

۶۔ جدید رجحانات اور تقاضوں سے واقفیت کے لیے ایسے حضرات کو شامل کیا جائے جو ان معاملات میں سنجیدگی اور بصیرت کے ساتھ رائے دے سکیں۔ چنانچہ تصریح ہے، فنی اجماع میں ان ہی لوگوں کے اجماع کا اعتبار ہوگا۔ جنھیں فن میں بصیرت حاصل ہو۔ اہلِ فن کے علاوہ اور کسی کے اجماع کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے فقہی مسائل میں فقہا، اُصولی

مسائل میں اصولیین، اور نحوی مسائل میں نحویوں ہی کے قول کا اعتبار ہوگا۔ ان کے ماسوا جو ہوں گے اُن کا شمار عوام میں کیا جائے گا۔ (حصول المامول من علم الاصول صفحہ ۴۰)۔

اجماع کے اختیارات کی وسعت باقاعدہ اجماع منعقد ہونے کی بنا پر اسلام کے عملی نظام میں اہلِ تفقہ کو کافی اختیارات حاصل ہیں۔ اِس ضمن میں فقہا کے مختلف اقوال جمع کر کے ان میں باقاعدہ تطبیق و ترجیح سے درج ذیل اختیارات سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ حالات اور تقاضوں کی مناسبت سے نئے قوانین وضع کرنا۔ ۲۔ پرانے اجماعی فیصلے جو حالات و مصالح کے تابع تھے۔ اُن میں موجودہ حالات و مصالح کے پیشِ نظر مناسب ترمیم کرنا۔ ۳۔ وہ احکام جو بتدریج نازل ہوتے ہیں (معاشرتی حالات کے لحاظ سے) انہیں مقدم و موخر کرنا۔ ۴۔ وہ احکام جن میں عرب کے مقامی حالات، رسم و رواج اور خصائل و عادات ملحوظ ہیں۔ ان کی رُوح اور پالیسی برقرار رکھتے ہوئے جدید حالات کے پیشِ نظر ان کے لیے نیا قالب تیار کرنا۔ ۵۔ وہ احکام جو وقتی تقاضے اور مصلحت کے تحت ہیں ان میں موجودہ تقاضے اور مصلحت کے تحت مناسب ترمیم کرنا۔ ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جن احکام میں مختلف الرائے ہیں معقول دلیل کی بنا پر اُن میں کسی ایک کو ترجیح دینا۔ ۷۔ فقہا کی مختلف آرا میں معاملات اور تقاضوں کی مناسبت سے ترجیح کی صورت پیدا کرنا وغیرہ۔

چنانچہ کتبِ اُصول میں تصریح ہے کہ "اجماع خبرِ مشہور سے زیادہ قوی حجت ہے جب خبرِ مشہور سے نسخ جائز ہے تو اجماع سے بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا"۔ نیز لکھا ہے کہ "تبدیلی کی یہ صورت ہے کہ پہلا اجماع کسی مصلحت پر مبنی ہو تو پھر جب وہ مصلحت بدل جائے گی تو اجماع دوسری مصلحت پر مبنی ہو کر پہلے کے خلاف منعقد ہوگا"۔ (التقریر والتحبیر جلد ۳ صفحہ ۶۹)۔

بنیادی اُصول اور کُلی پالیسی کی اہمیت اجماع مجموعی حیثیت سے ہدایتِ الٰہی کی کلی پالیسی اور بنیادی اُصول کے ماتحت ہونا چاہیے۔ علیحدہ علیحدہ قرآن و سنّت میں اس کی سند ضروری نہیں ہے، ورنہ اجماع سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ یعنی جس امر پر اجماع ہوا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ قرآن و سنّت میں اُس کے لیے مستقل سند موجود ہو، بلکہ اس کا اسلام کے بنیادی اُصول اور اس کی کُلی پالیسی کے تحت ہونا کافی ہے۔ کیونکہ اگر سند مستند ہے تو وہ خود اپنی جگہ مستقل

طرزِ عمل کی داعی ہے۔ اجماع کے ذریعے اس کو اور زیادہ مستقل بنانے کا دعویٰ سند اور اجماع دونوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ اور اگر سند غیر مستند ہے کہ اس سے عمل کی تاکید ثابت نہیں ہوتی تو اجماع سے بے شک وہ زیادہ قوی بن جائے گی۔اسی طرح اگر قوی اور ضعیف کسی قسم کی سند موجود نہیں ہے ، لیکن فلاح و بہبود کے عام اُصول سے اُس کا تعلق ہے یا عمومی پالیسی اور حکمت کے خلاف نہیں ہے تو اس قدر بھی اجماع کے لیے کافی ہے۔ فقہا کی درج ذیل تصریح سے مذکورہ اُصول پر روشنی پڑتی ہے:-

" اجماع کو اس امت کی ضرورت کے پیشِ نظر بطور اعذار کے حجت مقرر کیا گیا ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے۔ اب اگر امت کے سامنے ایسی صورت پیش آئے کہ اس میں صریح نص موجود نہیں ہے تو لامحالہ وہ اجتہاد پر عمل کرنے پر مجبور ہوگی اور اجتہاد میں خطا کا بھی احتمال ہے ، ممکن ہے کہ وہ اجتہاد خطا پر ہی ہو۔ ایسی صورت میں جب اُمت اُس پر عمل کرے گی تو ساری اُمت کا حق سے نکل جانا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ نیز تجدید رسالت کی ضرورت ہوگی جو اب ممکن نہیں ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کی خبر دے دی ہے۔ غرض اسی صورت کو پورا کرنے کے لیے اجماع کو حجت بنایا گیا ہے " (التقریر والتحبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۲) -

اجماع پر اعتراضات

اجماع کے خلاف اعتراضات بھی ہیں:-

۱ ــ نظام معتزلی کے نزدیک اجماع کا ہونا محال ہے کیونکہ تمام علماء کا ایک ایسے مسئلے پر متفق ہونا جو پہلے سے معلوم نہ ہو ممکن نہیں ہے۔

۲ ــ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں تمام علما اکٹھے ہو کر کسی مسئلے پر گفتگو کر سکیں۔

۳ ــ نظام نے ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ علماء مختلف ممالک میں دور دراز مقامات پر رہتے ہیں ، لہٰذا کسی مسئلے پر اُن سب کی رائے معلوم کرنا ناممکن ہے۔

۴ ــ بعض لوگوں نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اجماع کے فیصلوں کی تشہیر کا کوئی معقول

ذریعہ نہیں ہے۔

لیکن مذکورہ بالا دلائل پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سطحی ہیں اور ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اجماع کا ہونا محال ہے۔ اگر مخلصانہ کوششیں کی جائیں تو ان مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اگر کسی مسئلے کو مذہبی دلائل سے ثابت کیا جائے تو علماء اس پر متفق ہو جائیں۔ اگر موجودہ دور میں مواصلات اور رسل و رسائل کے جدید وسائل کو کام میں لایا جائے تو جغرافیائی فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ موجودہ زمانے میں بین الاقوامی کانفرنسیں اور اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں دُنیا بھر کے ماہرین سیاسی قانونی، اقتصادی اور علمی موضوعات پر بحث تمحیص کے بعد متفقہ تجاویز منظور کرتے ہیں اور عالمی پریس کے ذریعے دُنیا بھر میں ان کی تشہیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مذہبی معاملات اور ممالکِ اسلامیہ کے دیگر مسائل کو حل کرنے کے لیے اگر علماءِ ملت کا بین الاقوامی اجلاس طلب کیا جائے تو اجماع عملاً ممکن ہو جائے گا۔ اور جب علماء کرام کسی امر پر اجماع کرلیں تو اُس پر عمل کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گا۔

شریعت اور اجماع کی قانونی حیثیت بعض حضرات بے جا طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ نے اجماع کو قانونی حیثیت دے کر انفرادیت اختیار کی ہے، جب کہ تمام غیر اسلامی ممالک میں بھی مروّج جدید قوانین کی تطبیق اور تشریح میں اجتماعی رائے کو اساس کا درجہ حاصل ہے۔ ان ممالک میں قوانین کا اجرا اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک قانون ساز اداروں کی اکثریت اُن سے اتفاق نہ کرے اور جن قانونی نظریات پر ماہرینِ قانون اور عدالتوں کے ججوں کا اتفاق ہوتا ہے اُن کو قانون سے کمتر درجے کی قوتِ نافذہ حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کا منبع یہی نامکمل اجماع ہوتا ہے۔ اگر ججوں کی آراء میں اختلاف ہو تو جدید قوانین اکثریت کی رائے کے حق میں فیصلہ دے دیتے ہیں، چنانچہ اگر عدالت تین ارکان پر مشتمل ہو تو وہ رائے فیصلہ کن ہو گی جس پر دو متفق ہوں اور اگر عدالت ہائے عالیہ میں کسی قانونی اُصول کے مفہوم کے تعیّن میں اختلاف ہو جائے یا دفعات کی تعبیر متنازعہ فیہ ہو جائے تو فیصلہ تمام عدالتوں کے ججوں کی اکثریت کی رائے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس بیان کا یہ مطلب ہوا کہ جدید قوانین نہ صرف یہ کہ اجماع کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اُس نامکمل اجماع کو بھی قانون سازی، تطبیق اور تعبیر میں ماخذ تصور

کرتے ہیں جو اکثریت کی رائے کا حامل ہو۔

اجماع کا فائدہ سندِ شرعی کے ساتھ اجماع کے کئی فوائد ہیں:۔ سند کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک قطعی مثلاً کتاب اللہ کی آیت یا خبرِ متواتر، دوسرے ظنی مثلاً خبرِ واحد یا قیاس ۔ اگر سند قطعی ہے تو اجماع کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی مزید تاکید ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک ہی حکم کے متعلق کتاب اللہ کے دو یا زائد نصوص ہوں، یا کتاب اللہ میں کوئی نص ہو اور خبرِ متواتر بھی موجود ہو۔ تب حکم ایک ہی نص سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے ۔ لیکن باقی نصوص تاکید کا فائدہ بخشتے ہیں ۔ اگر سند ظنی ہو تو اس کے دو فوائد ہیں ۔ ایک یہ کہ انعقادِ اجماع کے بعد نہ دلیل کی حاجت ہوتی ہے، نہ اس دلیل سے حکم کا ثبوت ہوتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ انعقادِ اجماع سے قبل اس دلیل کے ظنی ہونے کی وجہ سے مخالفت جائز ہے، لیکن انعقادِ اجماع کے بعد یہ دلیل قطعی ہو جاتی ہے ۔ اس لیے اس کی مخالفت حرام ہوتی ہے (کشف بزدوی جلد ۳ صفحہ ۲۶۵)۔

(مؤلف نے کتابیات کی بڑی جامع فہرست دی ہے، مگر وہ یہاں دی نہیں جا سکی ۔ مدیر)

(بقیہ تلاشِ حقیقت میں عقل کا سفر)

وقفہ وقفہ سے ایسے صالح معاشرے قائم ہوتے رہے ہیں جہاں کی زندگی حیاتِ طیبہ تھی ۔ جہاں نہ خوف تھا نہ حزن ۔ جہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا تھا ۔ اور جو آخری زمانہ میں تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آجائے گا ۔ شرعی سطح پر ایک زمانہ آئے گا جب انسان سائنس اور فلسفہ سے اپنے طور پر حق پرستی کا اثبات کرے گا ۔ یہ انسانی فکر کی معراج ہوگی ۔ پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ ان تینوں سطح کے عملی جوابات فرشتوں کے اندیشہ کے مقابلے میں پیش کرے گا اور کہے گا کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو ۔ اس وقت انسان کو یہ اعزاز و تکریم حاصل ہوگی کہ وہ کہ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (القمر - ۵۵) متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے ۔ سچی عزت کی جگہ ۔ اقتدار والے بادشاہ کے قریب ۔ اس دن انسان خداوند تعالیٰ کے پاس کرسی نشین ہوگا ۔ یہ بڑے سے بڑا اعزاز ہوگا جو کسی مخلوق کو حاصل ہو سکتا ہے۔